

اسباب نزول (قطع اول)

(The Occasions, Reasons, and Contexts for the Revelation
of the Qur'ān)- Part-I

سراج الاسلام حنفیف ☆

Abstract

The Arabic word *sabab* (pl. *asbab*) means reason, cause, occasion and motive. *Ma'rifah asbab al-nuzūl* is the knowledge about the reasons of the revelations, i.e. the knowledge about the particular events and circumstances in history that are related to the revelation of particular passages from the Qur'ān. Knowledge about the *asbab al-nuzūl* helps one to understand the circumstances in which a particular revelation occurred, which sheds light on its implications and gives guidance to the explanation (*tafsīr*) and application of the *yāh* in question for other situations. The extent and scope of usefulness of the occasions of revelation have been a matter of contention among scholars. Some scholars overstressed their importance so much that they gave the impression that every passage of the Qur'ān must have an occasion, while others seemed inclined to play down their usefulness and importance altogether. This article analyses the importance and benefits of the science of *asbab al-nuzūl* in accordance with the opinions of the celebrated scholars of the field.

فہم قرآن مجید میں شان نزول کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ فہم قرآن مجید سے غرض یہ ہے کہ انسان مجتہدانہ طور پر احکام کا استنباط کر سکے۔ قرآن مجید کی کسی آیت کو پڑھ کر اس کے واقعی اور حقیقی مفہوم کو متعین کر سکے اس کے معیار بлагت کو دریافت کر کے یہ سمجھ سکے کہ یہاں کلام کا منفصلہ حال کیا ہے اور کس چیز پر زور دینا منظور ہے۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات کسی خاص واقعہ کے سبب نازل ہوتی ہیں، یا ان میں کسی سوال کا جواب دیا گیا ہوتا ہے، یا کسی مسئلہ کا حکم بیان کیا گیا ہوتا ہے اور بہت سی آیات ایسی بھی ہیں جو کسی واقعہ یا سبب یا سوال کے بغیر نازل ہوئی ہیں۔ ایسے واقعہ یا سوال کو، جس کے نتیجے میں قرآن مجید نازل ہوا ہو، سبب نزول یا شان نزول کہا جاتا ہے۔

اس فن میں لکھنے والے

1. امام علی بن المدینی¹

* اسنٹ پروفیسر عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

2. امام واحدی²: اسبابِ النزول، جس کا اختصار جبری نے کیا ہے۔

3. حافظ ابن الجوزی³

4. حافظ ابن حجر عسقلانی⁴: الحجائب فی اسبابِ النزول

5. حافظ سیوطی⁵: بُلَبَّ الْقَوْلِ فِي اسْبَابِ النَّزْوَلِ

علوم القرآن کی کتابوں میں بھی اس موضوع پر شرح و بسط سے اظہارِ خیال کیا گیا ہے، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ⁶ ’امام زرکشی⁷‘ حافظ سیوطی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی⁸ نے اپنی کتابوں میں اس کے مختلف پہلووں پر بحث کی ہے۔

اسبابِ نزول کی اہمیت:

تفسیر قرآن مجید میں اسبابِ نزول کو کس قدر اہمیت حاصل ہے؟ اس سلسلے میں علماء کے مختلف نقطے ہائے نظر سامنے آتے ہیں۔ بعض علماء نے اس پر بہت زور دیا ہے اور قرآن مجید کی تفسیر کرنے کے لیے اسبابِ نزول کی معرفت کو لازمی قرار دیا ہے جب کہ بعض علماء اس کی افادیت کے تو قائل ہیں لیکن اس سے محتاط اندازہ میں استفادہ کرتے ہیں۔ امام واحدی لکھتے ہیں:

”هی أَوْفَىٰ مَا يَحْبُّ الْوَقْفُ عَلَيْهَا وَأَوْلَىٰ مَاتَصْرُفُ الْعِنَاءِ إِلَيْهَا لِإِمْتِنَاعِ مَعْرُوفَةِ تَفْسِيرِ الْآيَةِ وَقَصْدِ سَبِيلِهَا دُونَ الْوَقْفِ عَلَىٰ قَصْتَهَا وَبِيَانِ نَزْوَلِهَا“⁹

”اسبابِ نزول سے واقفیت اور دلچسپی بہت ضروری ہے اس لیے کہ آیت کی تفسیر کا علم اور اس کے مدعا کا حصول اس کے واقعہ سے واقفیت اور اس کے سبب نزول کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں۔“

امام ابن دقيق العيد¹⁰ لکھتے ہیں:

”وَبِيَانِ سَبِيلِ النَّزْوَلِ طَرِيقٌ قويٌ فِي فَهْمِ معانِي الْكَتَابِ الْعَزِيزِ“¹¹

”سبب نزول کا بیان معانی قرآن کے فہم کا زبردست ذریعہ ہے۔“

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”معْرَفَةُ سَبِيلِ النَّزْوَلِ يَعِينُ عَلَىٰ فَهْمِ الْآيَةِ فَإِنَّ الْعِلْمَ بِالسَّبِيلِ يُورَثُ الْعِلْمَ بِالْمَسْبِبِ“¹²

سببِ نزول کی معرفت آیت کے سمجھنے میں مددیتی ہے اس لیے کہ سبب کے علم سے مسبب کا علم حاصل ہوتا ہے۔“

شاد ولی اللہ محدث دہلویؒ کا نقطہ نظر اس سلسلے میں اعتدال پر مبنی ہے۔ انہوں نے ایک طرف اس غلوکی سخت الفاظ میں تردید کی ہے جس کا عام طور سے مفسرین راویان اور موافقین اس بابِ نزول شکار ہوئے ہیں۔ دوسری طرف بعض آیات قرآنیہ کی تفسیر میں معرفت اس بابِ نزول کا اعتراف کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

”عامة المفسرين يربطون كل آية من آيات المخاصمة وآيات الأحكام بقصةٍ ويظنون أن تلك القصة سبب نزولها... والمُحَقَّقُ :أن القصد الأصلي من نزول القرآن تهذيب النفوس البشرية ودمغ العقائد الباطلة ونفي الأعمال الفاسدة فوجود العقائد الباطلة في المكلفين سبب لنزول آيات المخاصمة وجود الأفعال الفاسدة وجريان المظالم فيما بينهم سبب لنزول آيات الأحكام وعدم تيقظهم بما عدا ذكر الآلاء والآيات وقائع الموت وما بعد سبب لنزول آيات التذكرة ومتکلفو امن خصوصيات القصص الجزئية لا مدخل لها يعتد به إلا في بعض الآيات حيث وقع التعریض فيها لو اقتעה من وقوع وجدت في زمانه عليه السلام أو قبل ذلك ولا يزال ما يعرض للسامع من الانتظار عند سماع ذلك التعریض إلا يبسط القضية فلزم أن نشرح هذه العلوم بوجه ي sis تلزم مؤونة إيراد القصص الجزئية“¹³

”عام مفسرین نے ہر ایک آیت کو، خواہ مخاصم (مباحثہ) کی ہو یا احکام کی، ایک قصہ کے ساتھ مریبو ط کیا ہے اور اس قصہ کو اس آیت کے لیے سبب نزول مانا ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ نزول قرآن مجید سے اصل مقصود نفوس بشریہ کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے۔ اس لیے آیات مباحثہ کے نزول کے لیے مکملین میں عقائدِ باطلہ کا وجود اور آیات احکام کے لیے ان میں اعمال فاسدہ اور مظالم کا شیوع اور آیاتِ تذکیر کے نزول کے لیے ان کا بغیر ذکرِ آلاء اللہ و ایام اللہ اور موت اور اس کے بعد کے ہواناک واقعات کے بیدار نہ ہونا اصلی سبب ہوا ہے۔ خاص خاص واقعات، جن کو بیان کرنے کی زحمت اٹھائی گئی ہے، ان کا اس بابِ نزول میں چند اس دخل نہیں مگر صرف بعض آیات میں جہاں پر کسی ایسے واقعہ کی جانب اشارہ ہے جو رسول اللہ کے زمانے میں یا اس سے پیش تر ہوا ہو کیوں کہ سننے والے کے دل میں اس اشارہ سے ایک گہر انتظار پیدا ہو جائے گا جو قصہ کی تفصیل معلوم کیے بغیر زائل نہ ہو گا اس وجہ سے ہم پر لازم ہے کہ ان علوم (تفسیر) کی اس طرح تفصیل کریں کہ خاص خاص (یعنی: بے تعلق) واقعات کے بیان کرنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے۔“

آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:

”وَالْأَخْرَى أَنْ يَعْلَمُ أَنَّ أَكْثَرَ أَسَابِبِ النَّزْوَلِ لَا مَدْخَلٌ لِهَا فِي فَهْمِ مَعْنَى الْآيَاتِ ‴اللَّهُمَّ إِلَّا شَيْءٌ قَلِيلٌ مِنَ الْقَصَصِ يُذَكَّرُ فِي هَذِهِ التَّفَاسِيرِ الثَّلَاثَةِ’‘ التِّي هِيَ أَصْحَى التَّفَاسِيرِ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ ’‘ وَأَمَّا إِفْرَاطُ مُحَمَّدِ بْنِ اسْحَاقَ وَالْوَاقِدِيِّ وَالْكَلَبِيِّ وَمَا ذَكَرَ وَامْتَنَ تَحْتَ كُلِّ آيَةٍ مِنْ قَصَصٍ فَأَكْثَرُهُ غَيْرُ صَحِيحٍ عَنِ الْمُحَدِّثِينَ ’‘ وَفِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ وَمِنَ الْخَطَّأِ الْبَيِّنَ أَنَّ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْ شَرْوَطِ التَّفَسِيرِ ’‘ وَالَّذِي يَرِي أَنَّ تَدْبِرَ كِتَابَ اللَّهِ مَتْوَقِفًا عَلَى حَفْظِهِ فَمِنْ فَاتَهُ فَقْدَ فَاتَ حَفْظَهُ مِنْ كِتَابَ اللَّهِ’‘¹⁴

” دوسری بات یہ ہے کہ اکثر اسابیب نزول کا آیات کے معانی دریافت کرنے میں کسی قسم کا دخل نہیں مساوئے اس تھوڑے اور معمومی حصہ کے جو ان تین تفاسیر ¹⁵ میں ذکر کیا گیا ہے۔ محمد بن اسحاق ¹⁶ و اقدی ¹⁷ اور کلبی ¹⁸ نے قصہ آفرینی میں جس قدر افراط کی ہے ¹⁹ مزدیک ان کا اکثر حصہ صحیح نہیں ہے اور ان کی اسناد میں نقصانات ہیں۔ ان لوگوں کے افراط کو علم نقشیر کے لیے شرط سمجھنا صریح غلطی ہے اور اس کے حفظ پر فہم کتاب اللہ کو موقف خیال کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اپنا حصہ کھونا ہے۔“

علم اسابیب نزول کے فوائد:

امام زرکشی اور حافظ سیوطی نے اس علم کے متعدد فوائد لکھے ہیں:

1. اس سے اس حکمت کا پتا چلتا ہے جس کی بنابر حکم کو مشروع کیا جاتا ہے۔
2. اس سے حکم کی تخصیص کا علم ہوتا ہے [أن لوگوں کے مزدیک جو خصوص سبب کا اعتبار کرتے ہیں۔]
3. اس سے آیاتِ قرآنی سمجھ میں آتی ہیں۔
4. اس سے حصر کا وہم دور ہوتا ہے 'مثلاً: "فَلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ' ²⁰ میں بظاہر حصر پایا جاتا ہے مگر سبب نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حصر نہیں۔

امام زرکشی اور حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

”قَالَ الشَّافِعِيُّ مَا مَعْنَاهُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِنَّ الْكُفَّارَ لَمَا حَرَمُوا مَا أَحَلَ اللَّهُ وَأَحَلُوا مَا حَرَمَ اللَّهُ وَكَانُوا عَلَى الْمُضَادَةِ وَالْمُحَاذَةِ جَاءَتِ الْآيَةُ مُنَاقِضَةً لِغَرضِهِمْ فَكَأَنَّهُ قَالَ: لَا حَلَالٌ إِلَّا مَحَرَّمٌ مُتَمَمٌهُ وَلَا حَرَمٌ إِلَّا مَحَلَّتْهُ مُوَافِدٌ لِأَنَّهُ مُنْزَلَةٌ مِنْ يَقُولُ: لَا أَكُلُ الْيَوْمَ حَلَاوةً فَيَقُولُ: لَا أَكُلُ الْيَوْمَ إِلَّا حَلَاوةً، وَالْفَرْضُ الْمُضَادَةُ لَا النَّفِيُّ

وَالْإِثْبَاتُ عَلَى الْحَقِيقَةِ، فَكَانَهُ قَالَ : لَا حِرَامٌ إِلَّا مَا حَلَّ لَتَمُواهُ مِنَ الْمَيْتَةِ وَالدَّمْ وَالْحَمْ الخنزير وَمَا أَهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَلَمْ يَقْصُدْ حَلَّ مَا وَرَاءَهُ إِذَا الْقَصْدُ إِثْبَاتُ التَّحْرِيمِ لَا إِثْبَاثُ الْحِلِّ”²¹

” امام شافعی²² نے آیت کریمہ: ”فُلْ لَا آجَدْ فِيمَا أُوْحِيَ إِلَيْ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ ” کا معنی واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت کفار نے اللہ تعالیٰ کی حلال بنائی ہوئی چیزوں کو حرام اور اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال قرار دیا۔ اور لوگ خواخواہ ضد و عناوی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ تو اس وقت یہ آیت ان کی غرض و مطلب کی مناقضت و مخالفت کے لیے نازل ہوئی۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حلال بس وہی ہے جس کو تم نے حرام ٹھہرایا ہے اور حرام بس وہی ہے جس کو تم نے حلال ٹھہرایا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ کہ دو مخالف شخصوں میں سے ایک یہ کہے کہ میں آج میٹھا نہیں کھاؤں گا اور دوسرا ضد پر آکر کہے کہ میں تو آج میٹھا کھاؤں گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مشرکین کی مخالفت اور ان کی ضد مقصد ہے نہ در حقیقت نفی و اثبات۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن چیزوں یعنی: مردار (بہتا ہوا) خون، سور کے گوشت اور غیر اللہ کے تقریب میں ذبح کیے ہوئے جانوروں کو تم نے حلال کر دیا ہے ’حالانکہ حرام چیزیں یہیں ہیں، ان کے سوا کوئی چیز حرام نہیں۔ اس بات سے ان چیزوں کے ماسوں کا حلال ہونا مراد نہیں لیا اس لیے کہ یہاں تو محض حرمت ثابت کرنے کا قصد تھا نہ کہ حلت ثابت کرنے کا۔“

5. اس سے إشكال رفع ہوتا ہے۔ سبب نزول کی معرفت سے آیات کے معنی متنفس ہو جاتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں اُبھجن نہیں ہوتی۔

امام واحدی لکھتے ہیں:

”لَا يَمْكُن تَفْسِيرَ الْآيَةِ دُونَ الْوُقُوفِ عَلَى قِصْطَهَا وَبِمَنْ نَزَّلَهَا“²³

”بغير اس کے کہ کسی آیت کے قصہ اور سبب نزول سے واتفاقیت ہو اس کی تفسیر کر سکنا ممکن ہی نہیں۔“

شاه ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر آیات کے معانی صحیح طور پر اس وقت تک صحیح نہیں سمجھے جاسکتے جب تک کہ ان کے اسباب نزول معلوم نہ ہوں ’چنانچہ انہوں نے کسی لفظ کا معنی معلوم نہ ہونے کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے بارہ اسباب گنائے ہیں ’ان میں تیسرا سبب اس طرح بیان کرتے ہیں:

”وَتَارَةً يَكُونُ لِغَلْلَةٍ عَنْ سبب النَّزَولِ“²⁴

”بھی کھار سبب نزول سے لا علمی بھی اس کا سبب بن جاتی ہے۔“

اس کی کئی مثالیں ہیں جن میں سے ایک یہاں پیش کی جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

”وَلَا تَحْسِبُنَّ الَّذِينَ يَفْرَغُونَ حُونَ بِمَا أَتَوْا وَيَحْبُنَ أَنْ يُحْمَمْ — دُوَّا إِيمَانَمْ يَقْعُلُ أَفَلَا تَحْسِبُنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَدَابِ“²⁵

”جو لوگ اپنے کرتو تو پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام نہیں کیے ہیں ان پر بھی ان کی مرح کی جائے سو ایسے لوگوں کے لیے ہر گز خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے حفاظت میں رہیں گے۔“

سید ناصر وان بن الحکم رضی اللہ عنہ²⁶ کو اس آیت میں إشكال پیش آیا سو انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ²⁷ خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ انہیں عرض کریں کہ:

”لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرٍ بِي فِرَحٍ بِمَا أُوتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يَحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعُلْ مَعَذَّبًا لِيَعْذَّبَنَّ أَجْمَعِينَ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَمَا لَكُمْ وَلَهُذَهِ؟ إِنْمَادًا عَالَنَبِيُّ الْهُوَدُ فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوا إِيَاهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ فَأَزَّوْهُ أَنْ قَدْ أَسْتَحْمَدُو إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوهُ عَنْهُ فِيمَا سَأَلَهُمْ وَفَرَحُوا بِمَا أَتَوْا مِنْ كَتْمَانِهِمْ“²⁸

”آیت: وَلَا تَحْسِبُنَّ الَّذِينَ کی رو سے توہم سب کو عذاب ہونا چاہیے کیونکہ ہر ایک آدمی ان نعمتوں پر جو اس کو ملی ہیں، خوش ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جو کام اس نے کیا نہیں اس پر بھی اس کی تعریف ہو۔ (قادنے جا کر پوچھتا) سیدنا ابن عباس نے جواب دیا: تم (مسلمانوں) سے اس آیت کا کیا تعلق؟ یہ تور رسول اللہ انے یہودیوں کو بلا یا تھا اور ان سے ایک چیز (دن) کی بات پوچھی تھی (جو ان کے آسمانی کتاب میں موجود تھی) انہوں نے اصل بات کو تو چھپایا اور دوسرا غلط بات بیان کر دی پھر بھی اس بات کے خواہش مندر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جو کچھ انہوں نے بتایا ہے، اس پر ان کی تعریف کی جائے اور ادھر اصل حقیقت کو چھپا کر بھی بڑے خوش تھے۔“

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”وَقُولُهُمْ: نَزَلتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي كَذَائِرِ ادْبَهَتَارَةً أَنَّهُ سبب النَّزُولِ وَيُرَادُ بِهَتَارَةً أَنَّ ذَلِكَ دَاخِلٌ فِي الْآيَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ السببُ كَمَا تَقُولُ: عَنِي بِهَذِهِ الْآيَةِ كَذَا“²⁹

امام ابن دقيق العيد لکھتے ہیں:

”وَبِيَانِ سَبْبِ النَّزْوَلِ طَرِيقٌ قَوِيٌّ فِي فَهْمِ مَعْنَى الْكِتَابِ الْعَزِيزِ ’ وَهُوَ أَمْرٌ يُحَصَّلُ لِلصَّحَّةِ بِقُرْآنٍ تَحْتَفُّ بِالْقَضَايَا“³⁰

”سبب نزول کا بیان معانی قرآن کے فہم کا زبردست ذریعہ ہے۔ صحابہ کرامؐ کو اس کا علم مختلف قضایا اور قرآن سے حاصل ہوا۔“

اعتبار عموم لفظ کا ہے، نہ کہ خصوص سبب کا، علامہ زمخشیری³¹ لکھتے ہیں:

”وَيَحُوزُ أَنْ يَكُونَ لِسَبْبِ خَاصَّاً وَالْعِيدَ عَامًا لِيَتَابُوا لَكُلَّ مَنْ بَاشَرَ ذَلِكَ الْقَبِيحَ وَلَيَكُونَ جَارِيًّا مَجْرِيًّا التَّعْرِيْضَ بِالْوَارِدِ فِيهِ فَإِنَّ ذَلِكَ أَرْجُلَهُ وَأَنْكَى فِيهِ“³²

”بسما وقت سبب خاص ہوتا ہے مگر عید عام ہوتی ہے تاکہ جو شخص بھی اس فتح فعل کا ارتکاب کرے، اس کو شامل ہو اور اس میں مذکور تعریض کا اس پر بھی اطلاق ہو۔ اس میں زیادہ زجر و توبخ ہے۔“

امام زرکشی لکھتے ہیں:

”وَقَدِ يَكُونُ السَّبَبُ خَاصَّاً وَالصَّيْغَةُ عَامَّةٌ لِيَنْبَهَ إِلَى أَنَّ الْعَبْرَةَ بِعُمُومِ الْفَظْ“³³

”بسما وقت سبب مخصوص ہوتا ہے لیکن صینہ عموم کا استعمال ہوتا ہے۔ اس سے یہ وضاحت مقصود ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے۔“

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

”اختلف أهل الأصول: هل العبرة بعموم اللفظ أو بخصوص السبب؟ والأصح عندنا الأول“³⁴

”علمائے اصول کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ قرآنی آیات میں اصل اعتبار عموم لفظ کا ہو گایا خصوص سبب کا؟ ہمارے نزدیک پہلی بات صحیح ہے۔“

أنہوں نے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین نظام مخصوص واقعات کے پس منظر میں نازل ہونے والی آیات کے عموم سے استدلال کرتے تھے اور یہ چیز ان کے درمیان عام اور معروف تھی۔³⁵

شah ولی اللہ محدث دہلوی اسباب نزول کی دو فئیمیں بیان کرتے ہیں۔ جن واقعات کی جانب آیات میں کثرت سے تعریفات آئی ہوں ان کو بیان کرنا وہ ضروری قرار دیتے ہیں لیکن جن واقعات کے بغیر آیات کے معانی سمجھ میں آ جاتے ہوں اور وہ اپنے عموم کے اعتبار سے مستقل ہوں ان کی تفسیر میں واقعات کو نقل کرنے کی بالکل ضرورت محسوس نہیں کرتے چنانچہ لکھتے ہیں:

”وسبب النزول على قسمين :القسم الأول :أن تقع حادثة يظهر فيها إيمان المؤمنين ونفاق المنافقين كما وقع في أخذوا الأحزاب۔ أنزل الله تعالى مدح هؤلاء وذم أولئك ’ليكون فصلاً بين الفريقين۔ وربما يقع في مثل هذه من التعریض بخصوصیات الحادثة ما يبلغ حد الكثرة فیجب أن يذکر شرح الحادثة بكلام مختص لیتضح سوق الكلام على القارئ۔ والقسم الثاني: أن يتم معنى الآية بعموم مهامن غير احتياج إلى العلم بالحادثة التي هي سبب النزول والحكم لعموم اللفظ ”الخصوص السبب“ وقد ذكر قدماء المفسرين تلک الحادثة بقصد الإحاطة بالآثار المناسبة للآية أو بقصد بيان ما صدق عليه العموم وليس ذكر هذا القسم من الضروريات“³⁶

”سبب نزول کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ کہ کوئی ایسا حادثہ ہوا ہو جس میں مومنوں کے ایمان اور منافقین کے نفاق کی جانچ کی گئی ہو چنانچہ غزوہ اُخدا اور غزوہ احزاب میں ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدح اور منافقین کی مذمت نازل فرمائی تاکہ ان دونوں گروہوں میں امتیاز ہو جائے اور اس مدح و ذم میں اس حادثہ کی جانب تعریفات بکثرت مذکور ہیں اس لیے ضروری ہے کہ پہلے اس واقعہ کی مختصر تاریخ ذکر کی جائے تاکہ ان آیات کا سیاق پڑھنے والوں پر مکشف ہو جائے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ آیت کا معنی اس حادثہ کو معلوم کیے بغیر ہی، جو کہ سبب نزول ہوا ہے، اپنے عموم کے اعتبار سے مستقل ہیں اور اس میں لفظ کے عموم کا حکم معتبر ہے، نہ کہ خصوص سبب نزول کا۔ مگر معتقد میں مفسرین نے اس آیت کے مناسب احادیث و آثار کو جمع کرنا چاہیا اس آیت کے مفہوم اور عام حکم کا کوئی مصدق ذکر کرنا چاہا تو اس کے لیے سبب نزول کو ذکر کیا ہے۔ اس قسم کے قصوں کا ذکر کرنا چند اس ضروری نہیں۔“

[جاری ہے]

حوالہ و مراجع

- علی بن عبد اللہ بن جعفر سعدی ابن المدینی البصري ”محدث و مؤرخ“ تھے۔ بصرہ میں = ۷۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے حافظ حدیث تھے۔ لگ بھگ دو سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ علم اختلاف حدیث میں امام احمد بن محمد بن حنبل کے پائے کے عالم تھے۔ = ۸۳۹ء کو سامراء میں وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ۱:۲۵۸-۱۱:۲۵۸) تاریخ بغداد ۱:۲۵۸، تاریخ الحفاظ ۲:۲۸، الاعلام ۳:۳۰۳)
 - علی بن احمد بن محمد بن علی ”واحدی نیشاپوری شافعی“ نیشاپور میں پیدا ہوئے اور وہیں = ۷۶۰ء کو وفات پائی۔ (سیر اعلام النبیاء ۱:۳۳۹، الاعلام ۳:۲۵۵)
- امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ”الواحدی صاحبہ کان أبصرا منه بالعربیة لكن هو أبعد عن الاسلام و اتباع السلف“ (مجموع الفتاوى ۱۳: ۱۵۸)

” واحدی، شعبی کے خوشہ چین ہیں لیکن شعبی کے مقابلہ میں ان کی عربیت کی مہارت کہیں زیادہ تھی مگر سلامتی ذہن اور اتباع سلف سے کوسوں دور تھے۔“

³- عبد الرحمن بن علی بن محمد ”جوزی“ بُغدادی ”ابو الفرج“ بُغداد میں ۵۰۸ھ=۱۱۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ حدیث ”تفیر“ تاریخ اور مواعظ کے کشیر التصانیف بزرگ تھے۔ تین سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ مقام جوز پر پانی کے ایک گھاٹ کی طرف ان کے آباء و آجداد میں سے کوئی ایک منسوب تھے، اسی لیے ابن جوزی کہلاۓ ۵۹۷ھ=۱۲۰۱ء کو بُغدادی میں وفات پائی۔ (وفیات الاعیان ۱۳۰۳: تذکرۃ المخاطب ۱۳۲۲: الاعلام ۳: ۳۱۶)

⁴- احمد بن علی بن محمد ”ہننی“ عسقلانی ”ابو الفضل“ شہاب الدین ”ابن حجر“ قاهرہ میں ۷۳۷ھ=۱۳۲۲ء کو پیدا ہوئے۔ شعر و ادب کے دلدادہ تھے پھر حدیث کی طرف متوج ہوئے اور اس کے حصول میں صعوبتیں برداشت کیں۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ حدیث ”رجال اور تاریخ کے بے نظیر عالم“ میں ۸۵۲ھ=۱۲۲۹ء کو قاهرہ ہی میں وفات پائی۔ (الابر الاطائع ۸۷: الاعلام ۱: ۱۱)

⁵- عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین ”حضریمی“ سیوطی ”جلال الدین“ ۸۲۹ھ=۱۳۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ پانچ سال کے تھے کہ والد کا سایہ عافظت سر سے اٹھ گیا۔ قاهرہ میں پڑھ رہے۔ چالیس سال کی عمر میں دریائے نل کے رومنہ المقیاس میں عزلت نشین ہوئے اور وہیں اپنی اکثر کتابیں لکھیں۔ امراء اور شرفاوائے اس سے ملنے وہاں آتے اور وظائف و تھائیں پیش کرتے مگر آپ کسی سے ملنے اور نہ وظیفہ یا تختہ قبول کرتے۔ ۹۱۱ھ=۱۵۰۵ء کو وفات پائی۔ (شذرات الذہب ۵: ۱۵۱: الاعلام ۳: ۳۰)

⁶- احمد بن عبدالحیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم ”حرانی“، ”مشقی“، ”جنبلی“، ”ابوالعباس“، ”نقی الدین ابن تیمیہ“ ۲۶۱ھ=۱۲۴۳ء کو حران میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں مصر منتقل ہو گئے۔ ۷۲۸ھ=۱۳۲۸ء کو قلعہ دمشق میں حالاتِ اسارت میں وفات پائی۔ پڑھے فاطمی اور ذکی عالم دین تھے۔ (المجمع المختص بالحدیث ۲: ۲۵؛ البدایہ والنہایہ ۱: ۱۳: الاعلام ۱: ۱۱)

⁷- محمد بن بہادر بن عبد اللہ ”زرکشی“ ”ابو عبد اللہ بدر الدین“ ۷۳۵ھ=۱۳۲۲ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ ترکی الاصل ہیں۔ شافعی فقیہ تھے۔ اصولی عالم تھے۔ کئی فون میں مفید کتابیں تصانیف کیں۔ مصر میں ۷۹۳ھ=۱۳۹۲ء کو فوت ہوئے۔ (الدرر الکامنۃ ۷: ۳: ۳۶: الاعلام ۲: ۲۰)

⁸- ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم ”حرانی“، ”خفی“، ”نقش بندری“، ”محمدث دہلوی“ ۱۱۱۲ھ=۱۰۰۳ء کو سونی پت میں پیدا ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ سولہ سال کے تھے کہ درس و تدریس کی اجازت مل گئی۔ ہند میں تفسیر و حدیث کو مشتہر کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ دہلی میں ۶۷۲ھ=۲۲ کو سال کی عمر میں وفات پائی۔ (نہہۃ الخواطر ۲: ۲۱۰: تذکرہ علمائے ہند: ۵۲۲)

⁹- اسباب النزول ۳:

¹⁰- محمد بن علی بن وہب بن مطیع ”ابو الفتح“، ”نقی الدین“، ”قشیری“، ”منغولی“ الاصل ہیں۔ بحر احر کے ساتھ یعنی میں ۲۲۵ھ=۱۲۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ مجتهد اور اصول کے ماہر عالم تھے۔ دمشق میں تعلیم پائی۔ ۲۹۵ھ کو دیدار مصریہ کے نجج کے عہدے پر فائز ہوئے۔ قاهرہ میں ۷۰۲ھ=۱۳۰۲ء کو وفات پائی۔ (الدرر الکامنۃ ۹: ۳: الاعلام ۲: ۲۸۳)

¹¹- ایکام الاحکام ۷: ۳: الاقنان ۸۸: انوع: ۹:

¹²- مجموع الفتاویٰ ۱۵: ۱۳: الاقنان ۸۸: انوع: ۹:

¹³- الفوز الکبیر: ۱۹-۱۸

¹⁴- الفوزا لکبیر: ۵۰

۱۵- صحیح بخاری 'سنن ترمذی اور مسند رک حاکم میں تفسیر سے متعلق ابواب۔

۱۶- محمد بن اسحاق بن یسار المطہی المدنی۔ عرب کے قدیم ترین مورخین میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ سے تعلق تھا۔ حافظ حدیث تھے۔ ۱۱۹ھ کو اسکندر یہ منتقل ہوئے۔ بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہاں ۱۵۰ھ=۷۲۸ء کو وفات پائی۔ (تذکرة الحفاظ ۱: ۱۷، الاعلام ۲: ۲۸)

علماء متفق ہیں کہ مغازی اور تاریخ میں وہی مرچع ہیں لیکن حلال و حرام والی روایتوں میں جھٹ نہیں۔ بالکل وہی بھی نہیں بلکہ ان کی روایت کو استشهاد میں پیش کیا جاتا ہے۔ (تذکرة الحفاظ ۳: ۱)

۱۷- محمد بن عمر بن واقد اس سہی الاسلامی 'المدنی' ابو عبد اللہ' اوقدی مورخ اسلام تھے۔ ۱۳۰ھ=۷۷ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ گندم کا کاروبار کرنے کی نسبت سے حکاٹ کہلاتے ہیں۔ ۱۸۰ھ کو کاروبار ٹھپ پڑ جانے کے بعد عراق منتقل ہوئے۔ یعنی اہن خالد بر کی کی وساطت سے خلیفہ نے بغداد کا قاضی بنایا۔ ۲۰۵ھ=۸۲۳ء کو بغداد ہی میں وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ۳: ۳۱، الاعلام ۳: ۲۰، تاریخ اوسط ۲: ۲۰، تاریخ صغیر ۲: ۲۸۳، امام شافعی ۴: ۲۸۳) روایت حدیث کے سلسلے میں نہایت کم زور ہیں 'چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں : متزوک الحدیث تھا۔ (تاریخ کبیر ۷: ۱، تاریخ اوسط ۲: ۲۰، تاریخ صغیر ۲: ۲۸۳، امام شافعی ۴: ۲۸۳) فرماتے ہیں : واقدی کی ساری کتابیں جھوٹی ہیں۔ (الجرح والتتعديل ۱: ۸، سیر اعلام النبلاء ۶: ۳۲)

۱۸- محمد بن سائب بن یشر بن عمر و بن حارث کلبی 'ابو النضر' نسب روایت حدیث 'تفسیر انجیل' اور ایام عرب کے بڑے عالم تھے۔ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ بن قضاۃ کی ایک شاہنگلہ بن وبرۃ سے تعلق کی وجہ سے کلبی کہلاتے ہیں۔ ۱۳۶ھ=۷۵ء کو کوفہ میں وفات پائی۔ (وفیات الاعیان ۹: ۳۰۹، ترجمہ: ۲۳۳، الاعلام ۲: ۱۳۳)

آنہیں کذاب اور متزوک الحدیث کہا گیا ہے۔ انہوں نے ابوصالح کی سند سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث و تفسیر نقل کی ہے 'وہ ان کی اقرار کے مطابق ساری کی ساری جھوٹی ہیں۔ (الجرح والتتعديل ۱: ۲۰۲، ترجمہ: ۸: ۲۷)

۱۹- یعنی : وہ ہر ایک آیت کے تحت ایک قصہ ذکر کرتے ہیں۔

۲۰- سورۃ الانعام ۶: ۱۳۵

۲۱- البرہان ۱: ۲۳، الاقان ۸۹: ۱

۲۲- محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافعہ باشی 'قرشی' ابو عبد اللہ' ۱۵۰ھ=۷۷ء کو غزہ [فلسطین] میں پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں مکہ معظمہ لائے گئے۔ دو دفعہ بغداد گئے۔ ۱۹۹ھ کو مصر تشریف لے گئے اور اپنی وفات ۲۰۳ھ=۸۲۰ء تک وہیں رہے۔ آپ شعر 'لغت ایام عرب' فتحہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ نہایت ذکی 'فطین' ذہین اور حاضر جواب تھے۔ پہلا فتوی میں سال کی عمر میں دیا تھا۔ رمضان المبارک میں ساختہ بار قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔ (تذکرة الحفاظ ۲۱: ۱، الاعلام ۲: ۲)

۲۳- اسباب النزول ۸: ۸، الاقان ۷: ۸، نوع ۹:

۲۴- الفوزا لکبیر: ۳۸

۲۵- سورۃ آل عمران ۳: ۱۸۸

²⁶- مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد مناف بن عبد شمس بن عبید منافق = ۲۲۳ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ طائف میں پلے بڑھے۔ مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔ ۲۸۵ء کو دمشق میں طاعون سے وفات پائی۔ (اسد الغایۃ: ۲۵۲ ترجمہ: ۳۸۵۰: الاعلام: ۲۰)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: وہ صحابی عند طائفہ کثیرہ لأنہ ولد فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم و روی عنہ فی حدیث صلح الحدبیہ و فی روایۃ فی صحيح البخاری عن مروان رضی اللہ عنہ۔ (البدایۃ والنبایۃ: ۸: ۲۳۸) ”ایک بڑے گروہ کے نزدیک مروان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح حدبیہ کی ایک روایت بیان کی ہے۔ صحیح بخاری میں بھی ایک روایت سیدنا مردان رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔“

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ”روی مروان عن عمر و عثمان و علی و زید بن ثابت و بنسیرۃ بنت صفوان“ (البدایۃ والنبایۃ: ۸: ۲۳۸) ”سیدنا مردان رضی اللہ عنہ سے سیدنا عاصم، سیدنا علی، سیدنا زید بن ثابت اور سیدہ بسیرہ بنت صفوان رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات لی ہیں۔“

²⁷- عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب 'قرشی' ہاشمی = ۲۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ کے بچزاد بھائی جلیل القدر صحابی ہیں۔ حبر الامم (امت کے عالم) اور تجھان القرآن جیسے القاب سے نوازے گے۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ۲۸۷ء کو وفات پائی۔ (اسد الغایۃ: ۳۰۳۸ ترجمہ: ۳۰۳۸: الاعلام: ۹۶)

²⁸- صحیح بخاری متاب التفسیر [۲۵] تفسیر سورۃ آل عمران [۳] باب: ولا تحسبن الذين يفرون بنا اتو [۱۶] حدیث: ۳۵۲۸

²⁹- مجموع الفتاویٰ ۱۵: ۱۵

³⁰- إِحْكَامُ الْحَكَمَ ۷: ۱۳

³¹- محمود بن عرب بن محمد بن احمد خوارزمی 'جار اللہ ابوالقاسم' خوارزم کے مضائقی گاؤں زمخشیر میں ۷۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ عرصہ دراز تک کہ معظمر میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے جارا لہ کہلائے۔ خوارزم میں ۵۵۳۸ء کو وفات پائی۔ لغوی 'ادیب'، 'حنفی' اور معتزلی تھے۔ (الجوہر المضيء فی طبقات الخفیة: ۳۹۵ ترجمہ: ۱۵: الاعلام: ۱: ۱) حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”صالح لکھہ داعیہ إلی الإعزال أُجَارَنَا اللَّهُ مِنْهُ فَكَنَ حَذَرَ أَمْنَ كَشَافَه“ (میران الاعتدال ۸: ۳ ترجمہ: ۸۳۶ ترجمہ: ۲: ۲)، ”روایت حدیث کے سلسلے میں صالح اور داعی معتزلی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعتزال سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ لہذا ان کی کشاف کے بارے میں ممتاز ہے۔“

³²- تفسیر الکشاف: ۱۲۲۰: ۱ تفسیر سورۃ الہمزة، البرہان فی علوم القرآن ۱: ۳۲

³³- البرہان فی علوم القرآن ۱: ۳۲

³⁴- الاتقان فی علوم القرآن ۱: ۸۹

³⁵- حافظ سیوطی نے اس کے لیے کئی مثالیں دی ہیں 'مثالاً: ظہار کی آیت سیدنا سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ آیت لامان کا نزول سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوا تھا اور حدیقتذف کا نزول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانے والوں کے حق میں ہوا تھا۔ مگر بعد میں یہ احکام اور وہ کی طرف بھی متعدد ہو گئے۔ (الاتقان فی علوم القرآن ۱: ۹۰)

³⁶- الفوز الکبیر: ۷۳- ۷۴